امت مسلمہ کی موجودہ صورتحال اور علماء کی ذمہ داری

افادات: حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری صاحب مدظلہٗ
ناظم اعلیٰ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان

ضبط وترتیب
پروفیسر خباب احمد خان

اس وقت امت مسلمہ جس طرح زوال کا شکار ہے وہ کسی سے ڈھکا چھپا نہیں، مسلم ممالک کے حکمرانوں کی اکثریت استعماری طاقتوں کی دریوزہ گری کو اپنا بنائے ہوئے ہے، مغربی تہذیب اپنے فکری اور حربی آلات کے ذریعے اس ''دریوزہ گری'' کو ''آزادی'' ثابت کرنے میں شب وروز مصروف ہے۔ کفریہ طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ملت واحدہ بن کر یلغار میں مصروف ہیں جبکہ امت مسلمہ گروہوں اور فرقوں میں تقسیم ہے جس کا نتیجہ ہے کہ کفر کے قدم بڑھتے چلے جارہے ہیں اور اس کی راہ روکنے والے باہمی انتشار کا شکار ہونے کے باعث اس یلغار کو روکنے میں ناکام ہیں، اس وقت امت مسلمہ کے طبقات میں صرف ایک طبقہ علماء کا ہے جو اپنے اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر باہمی اتحاد کا مظاہرہ کرے تو وہ امت مسلمہ کو اس زوال سے نکال سکتا ہے، ''امت مسلمہ کی موجودہ صورت حال اور علماء کرام کی ذمہ داریاں'' کے عنوان کے تحت راولپنڈی کے علاقے چکری روڈ پر صابر شادی ہال میں ہونے والا علماء کنونشن اس پس منظر میں منعقد کیا گیا، اس میں راولپنڈی اسلام آباد کے علماء کرام کی ایک معتد بہ تعداد شریک ہوئی۔

کنونشن کے انعقاد کے لئے مولانا محمد قاسم رشید نفیسی اور تحریک اشاعت اسلام کے علماء نے مشترکہ کوششیں کیں، کنونشن سے مولانا محمد طیب، مولانا محمود الحسن، مولانا عبدالشکور نقشبندی، راقم الحروف، مولانا تنویر احمد علوی، مولانا شاکر محمود، مولانا شیر محمد غل، قاری محمد یلیین رحیمی، مولانا اظہار شاہ بخاری، مولانا عبدالغفار توحیدی، مولانا ولی الرحمٰن، مولانا جمیل درانی، مولانا مفتی محمد عبداللہ ہزاروی، قاری احمد سعید قریشی سمیت متعدد علماء نے خطاب کیا، اس موقع پر موضوع سے متعلق خصوصی خطاب وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سیکریٹری جنرل، ترجمان مدارس دینیہ حضرت مولانا قاری محمد حنیف جالندھری نے کیا، انہوں نے اپنی معرکۃ الآراتقریر میں کہا کہ تحریک اشاعت اسلام کے علماء کا اتحاد نہ صرف قابل تعریف بلکہ قابل تقلید ہے، اس کنونشن کا انعقاد وقت کی ضرورت تھا، علماء باہمی اختلافات کو بھلا دیں تو اسلام اور کفر کی موجودہ جنگ میں امت مسلمہ سرخرو ہوسکتی ہے،

میں سمجھتا ہوں کہ ہم ایک عرصے سے حالت جنگ میں ہیں اور حالت جنگ کے تقاضے حالت امن کے تقاضوں سے مختلف ہوتے ہیں، زمانہ جنگ میں خود بھی بیدار رہنا ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی جگانا ہوتا ہے، چوکیدار اور پہریدار کی دوہری ذمہ داری ہوتی ہے، عام آدمی صرف خود جاگتا ہے جبکہ وہ دوسروں کو بھی جگاتا ہے کہ چور آرہا ہے، تم اپنے مال واسباب کی حفاظت کرلو۔

اس وقت پورے عالم اسلام کے مسلمان حالت جنگ میں ہیں، اس جنگ کا اعلان دشمن نے کیا ہے، یہ جنگ اسلامی عقائد ونظریات اور کفریہ عقائد ونظریات کی ہے، اسلامی تہذیب وتمدن اور مغربی تہذیب وتمدن کی ہے، اسلامی اقدار و ثقافت کی اور مغربی اقدار وثقافت کی جنگ ہے، نیٹو 48 ممالک کا اتحاد ہے، جب ہٹلر نے مغربی ممالک پر یلغار کی اور اس کے قدم بڑھتے چلے گئے، یہاں تک کہ وہ روس کے خلاف بھی اقدام کر بیٹھا، مغرب نے روس کی در پردہ مدد کی، روس نے ہٹلر کی افواج کے قدم روکے، وسط ایشیا جنگجوؤں کا خطہ ہے، چنانچہ ہٹلر کو شکست ہوئی، روس کی کامیابی سے مغرب کو بھی کامیابی ملی، مغرب نے سوچا کہ روس ہٹلر کو ختم کرسکتا ہے تو ہمیں بھی ختم کرسکتا ہے، چنانچہ روس جیسے حلیف اور دوست کو حریف اور دشمن بنا کر نیٹو کی تشکیل کی گئی اور سوویت یونین کے خلاف سرد جنگ کا آغاز کردیا گیا، سوویت یونین سے افغانستان پر حملے کی غلطی ہوئی، مجاہدین اسلام نے بے خدا تہذیب کے خلاف جنگ کا آغاز کیا، مجاہدین کو کامیابیاں ملنے لگیں تو مغرب نے ان سے تعاون کا ہاتھ بڑھایا، آخر کار افغانستان سوویت یونین کا قبرستان بن گیا اور سوویت یونین ٹوٹ کر بکھر گیا، سوویت یونین کے خلاف مغرب کو مجاہدین کی طاقت کا اندازہ ہوا تو تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا۔

نیٹو جسے سوویت یونین کے خاتمے کے بعد تحلیل ہوجانا چاہئے تھا، مشاورت ہوئی تو بش سینئر نے کہا کہ ایک دشمن باقی ہے، یوں روس کی طرح مسلم مجاہدین کو بھی حلیف سے حریف بنا کر نیٹو نے ان کے خلاف کارروائی کا آغاز کردیا، یہ اتحاد ہمارے خلاف ہے، اس لئے ہم آج حالت جنگ میں ہیں۔

مولانا حنیف جالندھری نے کہا کہ نیٹو میں ترکی جیسا مسلم ملک بھی شامل ہے، میں نے تین ماہ پہلے اپنے دورۂ ترکی میں ترک قائدین، جماعتوں کے ذمہ داران اور ارکان پارلیمنٹ سے اس موضوع پر گفتگو کی اور کہا کہ دہشت گردی محض بہانہ ہے، اسلام اور مسلمان اس کا نشانہ ہیں، ایسے اتحاد میں ترکی کیوں شامل ہے؟ انہوں نے ہمارے موقف سے اتفاق کیا اور غور کرنے کا وعدہ کیا۔ بش جونیئر نے ”کروسیڈ“ (صلیبی جنگ) کا لفظ استعمال کرکے اس جنگ کی اصلیت واضح کردی تھی۔ انہوں نے کہا کہ یہ اسلام کے خلاف جنگ نہ ہوتی تو اسلامی شعائر برقع اور حجاب پر کیوں پابندی لگائی جاتی؟ مساجد کے مینار کون سی دہشت گردی کا ذریعہ ہیں کہ ان کی تعمیر ممنوع قرار پائی؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعوذ باللہ توہین آمیز خاکے اور قرآن کریم کو جلانے کے ناپاک منصوبے کیوں بنائے گئے؟ اس وقت نیٹو جتنے ممالک پر حملہ آور ہے وہ صرف مسلمان ممالک ہیں، افغانستان، عراق، لیبیا سمیت کتنے ممالک پر حملے کئے گئے، حالانکہ کتنے غیر مسلم ممالک میں ظلم ہورہا ہے، برما پر حملہ کیوں نہیں کیا جاتا، جہاں بیس ہزار سے زائد مسلمان شہید کردیئے گئے، مسلم بستیاں ملیامیٹ

کردی گئیں، عورتوں کی عصمت دری کی گئی مگر عالمی طور پر ایک آواز بھی ان کے حق میں نہیں اٹھی، انسانی حقوق کی تنظیمیں اقوام متحدہ اور کسی عالمی ادارے کو اس کا نوٹس لینے کی توفیق نہیں ہوئی، کیوں کہ وہ مسلمان ہیں، ان کے کتوں کا خون مسلمان سے زیادہ قیمتی ہے۔ برما پر ڈرون حملے کیوں نہیں کیئے جاتے؟......اس لئے میں نے کہا کہ عالم اسلام کے مسلمان ہوں یا پاکستان کے، سب حالات جنگ میں ہیں، یہ جنگ ہمیں لڑنی ہے اور لڑنی پڑے گی۔

انہوں نے کہا کہ اٹھاون انسٹھ مسلم حکومتوں میں سے کوئی ایک ایسا ہے جو اس جنگ میں اغیار کے خلاف کھڑا ہو یا مسلمانوں کا مقدمہ لڑے؟ سب غلام اور نوکر ہیں، سیاست دان اس وقت جو سیاست کر رہے ہیں وہ مفادات کی ہے، نظریات کی نہیں، اگر اس جنگ میں کوئی کھڑا ہوگا تو وہ صرف علماء کرام ہیں، آپ کو چوکیدار کا کردار نبھانا ہے مگر ہمیں حالات کا ادراک نہیں، پہلے ادراک ہوگا تو پھر تدارک، مرض کا پتہ نہ ہو تو اس کا علاج کیسے ممکن ہے؟ دشمن منصوبہ بندی سے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھا رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے فروری 2012ء سے جون تک انڈونیشیا، بنگلہ دیش، ترکی، فرانس، جرمنی، برطانیہ، بلجیم، سوئٹزرلینڈ، سعودی عرب اور قازقستان کے دورے کیئے، انڈونیشیا سب سے بڑا مسلم ملک ہے، جس کی آبادی 21 کروڑ ہے اور اس میں 3500 جزائر ہیں۔ مشرقی، مغربی اور وسطی جزائر کے اس ملک میں 90 فیصد مسلمان ہیں، 10 فیصد دوسری قومیں ہیں۔ 96 برس پہلے ویٹی کن میں تین مسلم ممالک انڈونیشیا، سوڈان اور بنگلہ دیش میں عیسائی ریاستوں کے قیام کی منصوبہ بندی کی گئی، ان تینوں ممالک میں غیر مسلموں کی ایک معتد بہ تعداد تھی، چنانچہ ان ممالک میں سرمایہ کاری کے نام پر مغربی تاجروں نے حکومتوں سے کام کرنے کی اجازت لی اور انہیں ترقی کے سہانے خواب دکھائے۔ اجازت ملتے ہی انہوں نے عیسائی اور اقلیتی علاقوں میں ڈیرے ڈالے اور باہر سے بھی اقلیتوں کو لا کر آباد کیا۔ انہیں زمینیں اور مکانات دیئے اور آباد کیا، جب اقلیت اکثریت بن گئی تو علیحدگی کا یہ کہہ کر مطالبہ کر دیا گیا کہ ہمیں مسلمانوں سے خطرہ ہے۔

مغربی تاجر، این جی اوز اور حکومتیں ایک دوسرے سے رابطے میں ہوتی ہیں، بظاہر وہ خود کو سیکولر ظاہر کرتے ہیں مگر اندرون خانہ وہ مل کر عیسائیت کی پشت بانی کرتے ہیں کہ تم یہ کرو ہم یہ کریں گے، اقوام متحدہ اور دوسرے عالمی اداروں میں عیسائیوں کا مقدمہ ریاستیں لڑتی ہیں، علاقہ ہتھیانے کے لئے مغربی تاجر اور حکومتیں اور ایمان ہتھیانے کے لئے عیسائی مشنریاں اور این جی اوز بروئے کار ہوتی ہیں، غریب کو امداد کے نام پر آسانی سے ہدف بنالیا جاتا ہے، اسی طرح دین سے لاعلمی کی وجہ سے مسلمان آبادی عیسائیت کا شکار ہو جاتی ہے، جب یہ مسلم ریاستیں مغربی تاجروں کو موقع دے رہی تھیں تو اس وقت کے محب وطن طبقات خصوصاً علماء نے مقتدرین کو سمجھانے کی کوشش کی تھی کہ یہ فیکٹریاں اور کارخانے کل ہماری ریاستوں کے لئے نقصان کا باعث بنیں گے مگر حکمرانوں نے اسے مولویوں کی تنقید کہہ کر مسترد کر دیا جس کا نتیجہ انڈونیشیا اور سوڈان میں عیسائی ریاستوں کی تشکیل کی صورت میں سامنے آیا اور یہ ویٹی کن کے تین عشروں قبل کی منصوبہ بندی کے مطابق ہو۔

''ادراک'' کے انگلش ڈکشنری کے مطابق دو معانی ہیں، ایک PERCEPTION اور دوسرا COMPREHENSION یعنی فہم، عقل، سمجھ اور انسانی شعور اور ذہن کی وہ طاقت جو معاملات کی سنگینی کا احساس کر سکے۔ ادراک آج کی تیز رفتار دنیا میں اگر دیکھنے کو مل رہا ہے تو وہ طاغوتی قوتوں کے ہاں ہے۔ اسی لئے وہ اپنے تھنک ٹینکس کے ذریعے صورت حال کا جائزہ لیتے اور پھر پالیسیاں ترتیب دیتے ہیں۔

تفکر و تدبر اہل اسلام کی میراث ہے مگر اس وقت بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو امت مسلمہ کی اکثریت اس سے تہی ہے، اسی وجہ سے ہم اپنے گرد و پیش اور امت مسلمہ کے زوال کے اسباب و عوامل سے ناواقف ہیں۔ ادراک کی کمی کے باعث آئے روز بحران امت مسلمہ کا مقدر ہیں اور ان کے تدارک کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ تدارک کے معنی انتظام، کسی ناجائز فعل کو روکنے، درستی اور علاج کرنے کے ہیں۔ مرض کا ادراک علاج کو آسان بنا دیتا ہے۔ اس وقت قوتیں مسلمانوں کے خلاف جس قسم کی منصوبہ بندی کر رہی ہیں، اس کا ادراک ہمارے ہاں نہیں، استعمار اپنے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے تین تین عشرے پہلے منصوبہ سازیاں کرتا ہے اور پھر اس کے تمام فعال طبقات اس میں اپنا اپنا حصہ ڈالتے ہیں اور بالآخر وہ اس کے ثمرات حاصل کرتا ہے۔ انڈونیشیا اور سوڈان میں عیسائی ریاستوں کا قیام اس کی واضح مثال ہے۔

مولانا حنیف جالندھری علمائے کرام کے اس طبقے سے تعلق رکھتے ہیں، جو پاکستان ہی نہیں، امت مسلمہ کے حالات کا اپنے مشاہدات کی بناء پر گہرا ادراک رکھتے ہیں۔ انہوں نے راولپنڈی کے علماء کنونشن میں اپنے مشاہدات بیان کرتے ہوئے کہا کہ انڈونیشیا اور جنوبی سوڈان کی طرح بنگلہ دیش میں بھی مغربی تاجر، تجارتی ادارے، این جی اوز اور مشنریاں فعال ہیں۔ ان تینوں ممالک میں اقلیتوں کے لئے الگ ریاستوں کے قیام کا جو منصوبہ 36 سال پہلے بنایا گیا، اس کا مجھے اور آپ کو علم تھا؟ کسی کو خبر نہیں کہ پلاننگ کیا ہوئی اور اس پر عمل کیسے کیا گیا؟ بنگلہ دیش میں 5 ہزار مسلمانوں کو صرف ایک علاقے میں عیسائی بنا دیا گیا، بنگلہ دیش میں بحمد للہ ہمارے اکابر کے اثرات ہیں، علمائے کرام کے مشورے سے تبلیغی جماعت اس علاقے میں گئی، وہاں کے چوہدریوں سے ملے اور تحائف دیئے، کوئی دینی بات نہیں کی، راہ و رسم آگے بڑھی تو ان کے اشکالات رفع کئے اور چند ماہ میں وہ سارے لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے، وہاں ہمارے مدارس کے فیض یافتہ لوگ صلیبی یلغار کا مقابلہ کر رہے ہیں، ہمارے خیر المدارس کے ایک فاضل مولانا بختیار نے مشنریوں کے خلاف آواز اٹھائی تو انہیں جیل بھیج دیا گیا اور پھر سپریم کورٹ سے بری ہوئے، مولانا بختیار نے 100 کے قریب پسماندہ علاقوں میں قرآنی مکاتب قائم کئے۔

بنگلہ دیش کے ہر گاؤں میں مشنریوں نے اسکول بنا رکھے ہیں، مولانا بختیار اور ان کے رفقاء نے ہر گاؤں کے لوگوں سے ملاقاتیں کیں اور ان سے کہا کہ ان اسکولوں میں 9 بجے پڑھائی شروع ہوتی ہے، ہم ان میں فجر سے 9 بجے تک

مذہبی تعلیم دیں گے، مقامی آبادی کے تعاون سے کام شروع ہوا تو مشنری اسکول چھوڑ کر بھاگ گئے لیکن بنگلہ دیش کے متعدد علاقوں میں مشنریوں کا کام اب بھی جاری ہے اور یہی کچھ پاکستان کے بعض علاقوں میں ہو رہا ہے اور جب کسی علاقے میں ان کی اکثریت بن گئی وہ الگ ریاست کا مطالبہ پاکستان اور بھارت کی تقسیم کے فارمولے کے تحت کر دیں گے۔ انڈونیشیا اور بنگلہ دیش کا سرکاری مذہب اسلام تھا، مگر مغربی دباؤ کے باعث آئینی طور پر سیکولر بنادیئے گئے ہیں۔ موجودہ بنگلہ دیشی حکومت میں ہزاروں علماء جیلوں میں ہیں، پاکستان میں 18 ویں اور 19 ویں ترمیم میں مذہب اور ریاست کا تعلق ختم کرنے کی کوشش کی گئی مگر پارلیمنٹ میں موجود دینی قوتوں نے ایسا نہ ہونے دیا۔ اللہ انہیں جزائے خیر دے کہ عددی قوت میں کمی کے باوجود انہوں نے استعماری منصوبے کو ناکام بنایا۔

انہوں نے کہا کہ اس وقت ''مسلم دانشور'' مغربی نظریات کے مبلغ ہیں، صلیبی ثقافت، کیبل، ڈش، نیٹ اور موبائل کے ذریعے اس کلچر کو ختم کر کے ایسی بے حیائی، فحاشی اور عریانی کو رواج دیا جا رہا ہے۔ 10 سال پہلے اور آج میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ہم کہاں کھڑے ہیں؟ ہم فتح مند ہیں یا شکست خوردہ، ہمیں اپنا احتساب کرنا چاہیے، ٹوپی والا برقع گیا، فیشنی برقع آیا، پھر چادر آئی، پھر آدھے بازو برہنہ ہوئے، اب پورے بازو اور سینہ تک برہنہ ہیں، آپ کو کسی مسلم ملک میں اسلامی کلچر مکمل طور پر دیکھنے کو نہیں ملے گا، جکارتہ اور دوسرے ممالک کے دارالحکومتوں اور شہروں کا ایک ہی حال ہے، انڈونیشیا اور مصر میں کلین شیو علماء ملے، جو امامت وخطابت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں، وہاں ٹوپی، داڑھی اور پگڑی کا کوئی تصور نہیں، مغربی ثقافت دو چیزیں لائی، ایک اباحیت پسندی کہ سب جائز، ہم جنسیت، شراب نوشی، سٹہ، سود، شادی سے قبل مرد وعورت کے تعلقات، شادی کے بعد بیویوں کا باہمی تبادلہ، سب حلال ہے، یہی کلچر اب ہمارے ہاں میڈیا کے ذریعے پروان چڑھایا جا رہا ہے۔ جب میں قرآن بورڈ کا چیئرمین تھا تو ایک خاتون جو پی ایچ ڈی کا تھیسز (مقالہ) لکھ رہی تھیں، اس نے جامعہ اشرفیہ، جامعہ نعیمیہ اور دوسرے مدارس کے علماء سے ملنے کے بعد مجھ سے ملنا چاہا، میں نے کافی ٹالا مگر بات نہ بنی، وہ دفتر آئی تو اس نے ''ہم جنسیت'' کی شرعی حیثیت کے متعلق سوالات کئے، میں نے قوم لوط کا سارا واقعہ سنایا کہ اللہ نے اسے جو عبرتناک عذاب دیا، اس کے اثرات اب بھی اردن کے بحیرۂ مردار میں دیکھے جاسکتے ہیں کہ پانی کا کوئی جانور بھی اس کے پانی میں زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس خاتون کا خیال تھا کہ ہم جنسیت کوئی بڑی بات نہیں، اس سے اندازہ لگالیں کہ ہمارا معاشرہ کہاں جا رہا ہے؟ یہی اباحیت پسندی ہے کہ ہر حرام چیز جائز ہے، مغربی کلچر کی آمد سے جو دوسری چیز ہمارے اندر آئی وہ مخلوط معاشرت ہے، اسکولوں، اداروں، کانفرنسوں، سیمیناروں، شادیوں اور کلبوں میں لڑکے لڑکیاں، مرد وعورتیں اکٹھی تعلیم اور باہمی میل ملاپ اور تبادلہ خیالات کرتے ہر جگہ دکھائی دیتے ہیں، بلوغت کے بعد لڑکے لڑکیاں اکٹھے ہوں تو حیا اور عفت وعصمت کیا باقی رہ سکتی ہے......؟

مخلوط اداروں میں ہماری اولادوں کی تعلیم کا نتیجہ اب ہر گھر اور ہر شہر میں دیکھنے کو مل رہا ہے، پردہ کا تصور عنقا ہے، بلکہ

کپڑے اتار دیئے گئے ہیں، پرویز مشرف نے مغربی ایجنڈے کے تحت پارلیمنٹ میں عورتوں کی مخصوص نشستوں میں اضافہ کیا، اب مزید اضافہ ہو رہا ہے، ہر ادارے میں عورتوں کا کوٹہ مقرر کیا جا رہا ہے، حدود کے خلاف مہم کی نظیر آپ کے سامنے ہے، صرف ایک نجی چینل کو اس کے لئے 6 ارب دیئے گئے۔ زنا بالرضا جائز قرار پایا اور پروپیگنڈے کا ہدف اسلام اور اس کی آفاقی تعلیمات ہیں، کہا جاتا ہے کہ اسلام خواتین کے کام پر پابندی لگاتا ہے، یہ غلط ہے، اسلام میں حدود میں رہ کر تعلیمی اور طبی شعبوں میں کام کی اجازت ہے، مسلم خواتین عہد نبوی میں جہاد میں بھی شریک ہوا کرتی تھیں، مغربی کلچر اور خواہشات نفسانیہ کا چولی دامن کا ساتھ ہے، یہ دونوں چیزیں مسلم ممالک میں فروغ پذیر ہیں، اسلام عورت کو آزادی دیتا ہے، آوارگی کی اجازت نہیں دیتا، مغرب کی ترقی عورتوں کی آزادی کا ثمر نہیں، بلکہ انصاف (چاہے وہ اپنوں کے لئے ہی ہو) اور محنت کا نتیجہ ہے، قوم کدھر جا رہی ہے، قوم کی گمراہی میں میڈیا کا کیا رول ہے، فکری اور نظریاتی محاذ پر ہمارے اپنے مغربی اقدار کے مبلغ ہیں، اس لئے ہم حالت جنگ میں ہیں، اس جنگ میں تہذیبی، ثقافتی، سیاسی اور فکری و نظریاتی محاذ پر آپ علماء نے اپنا فرض اپنے اکابر اور اسلاف کی طرح نبھانا ہے، لیکن کیا ہمیں ان حالات کا ادراک ہے؟ کیا ہم مغربی منصوبہ سازیوں اور استعماری ریشہ دوانیوں سے واقف ہیں؟ اگر ادراک نہیں ہے تو تدارک کیسے ہوگا؟ جب تک ہم اپنے فروعی اختلافات سے نکل کر متحد نہیں ہوں گے، ہم مغربی منصوبہ بندیوں کے آگے بند نہیں باندھ سکتے۔

ہمیں کام کی راہیں نکالنا ہوں گی، غیر مسلم مشنریوں کو حکومتی سرپرستی حاصل ہے اور مدارس کو ''دہشت گردی'' کے نام پر بدنام کیا جا رہا ہے، مولوی کو اس لئے بدنام کیا جا رہا ہے کہ صلیبی ایجنڈے کی یہی ایک طبقہ مزاحمت کر سکتا ہے، قازقستان میں ہمارے فضلاء کام کر رہے ہیں، جامعہ فاروقیہ کے ایک فاضل قازقستان کے دارالحکومت آستانہ میں دینی تعلیمات کے ابلاغ کی راہیں نکال رہے ہیں۔ انڈونیشیا جیسے مسلم ملک میں قادیانی سرگرم ہیں، وہاں بھی ہمارے علماء کو کام کرنا چاہئے، مجلس تحفظ ختم نبوت کا مقامی زبانوں اور انگریزی میں لٹریچر ایسے ممالک میں بھی پہنچنا چاہئے، ہمارے ملک میں قادیانی کلیدی عہدوں پر ہیں، مبارک باد کے مستحق ہیں تحریک اشاعت اسلام کے علماء کہ وہ متحد ہو کر قدم آگے بڑھا رہے ہیں، ان کی کاوشیں انتہائی منظم ہیں، میں تمام علماء کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے میری گفتگو اس حبس زدہ موسم میں سنی، یہ میرا دردِ دل ہے، جو میں نے آپ کے سامنے رکھا، میری یہاں آمد قاری محمد یٰسین رحیمی کے توسط سے ہوئی اور مولانا قاسم جو ہمارے شاگرد ہیں، انہوں نے آپ علمائے کرام سے مخاطب ہونے اور ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنے کا موقع فراہم کیا، اللہ تعالیٰ ہمیں امت مسلمہ کی موجودہ نازک صورت حال کا ادراک نصیب فرمائے، آمین۔ آخر میں علامہ اقبال کا ایک شعر جو قیادت کے لئے انہوں نے فرمایا، میں اس پر اپنی بات ختم کروں گا۔

نگہ بلند، سخن دلنواز، جاں پُرسوز   یہی ہے رختِ سفر میرِ کارواں کے لئے

☆......☆......☆